ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



غارِ حرا کی روشنی میں

میں جبلِ نور پر چڑھا اور اس کے غار پر جو غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے جا کھڑا ہوا۔ یہاں پہنچ کر میں نے اپنے دل میں کہا۔ "یہی جگہ ہے جہاں خداوندِ کریم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری کا شرف عطا فرمایا اور پہلی مرتبہ وحی نازل فرمائی۔ پس (یہ کہنا حق ہے کہ) یہیں سے وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے دُنیا پر نُور برسایا اور اسے ایک نئی زندگی بخشی۔ یہ عالم ہر دن ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہتا ہے لیکن اکثر و بیشتر نہ اس صبح میں نیا پن ہوتا ہے نہ کوئی ندرت، اور نہ ہر صبح صبحِ سعادت، ان صبحوں کی آمد سے انسان تو جاگ جاتے ہیں مگر دلوں کی نیند میں ذرا بھی فرق نہیں آتا اور رُوحوں کی بستی یونہی خوابِ غفلت میں پڑی رہتی ہے۔ کیا شمار ہے ایسے تاریک دنوں کا اور ایسی جھوٹی صبحوں کا، البتہ اس غار سے حقیقی معنی میں صبحِ صادق نمودار ہوئی تھی جس کے نور نے ہر چیز کو چمکا یا اور اس کی آمد نے ہر شے کو جگایا اور اسی صبح سے تاریخ کا رُخ مڑا اور زمانہ کا رنگ بدلا۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

۲۲ر نومبر ۱۹۸۵ء

دو روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۱۹

بیاد

جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت

مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ

حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت

عبدالرشید انصاری

ظہیر میر ایڈووکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : ۲/۰ روپے

چندہ سالانہ

سالانہ -/۸۰ روپے

ششماہی -/۴۵ روپے

۸ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نقطۂ نظر

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ

اور جب پہاڑ رنگ دار دُھنی ہوئی رُوئی کی طرح ہوں گے

کولمبیا میں قیامتِ صغریٰ

جنوبی امریکہ کے ملک کولمبیا کا ہنستا مسکراتا شہر آرمیرو جہاں انسانی زندگی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ رواں دواں تھی۔ کلبوں، تھیٹروں اور سینماؤں میں ہر رات کی طرح ۱۴ر نومبر کو بھی اس کے باشندے شراب وشباب اور ایڈز کی مرض خبیثہ کا جشن منا کر اپنے اپنے گھروں میں میٹھی نیند سو گئے مگر ۱۵ر نومبر کا سُورج طلوع ہُوا تو اُس نے دیکھا پورا شہر اپنی غفلتوں، سرکشیوں اور طغیانیوں کو ساتھ لیے جلی ہوئی راکھ اور لاوے کی دو میٹر تہہ میں دفن ہو چکا ہے۔ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ اور ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے —— ۱۶ ہزار فٹ بلند برف پوش پہاڑ اچانک پھٹ پڑا۔ دھوئیں اور راکھ کے دبیز اور سیاہ بادل پانچ سو کلومیٹر کے علاقے پر چھا گئے۔ پہاڑ کے اندر صدیوں سے پکنے والا لاوا پھٹا تو مٹی کے تودے اور کھولتا ہُوا لاوا چھبیس ہزار فٹ تک بلند ہُوا اور بکھر گیا۔ چشمِ زدن میں پہاڑ سے تیس میل دور واقع شہر آرمیرو بھی آگ اور راکھ کی بارش کی زد میں آ گیا۔ پہاڑ پر صدیوں سے جمی ہوئی برف آن واحد میں پگھلی تو دریاؤں کے پیٹ تنگ ہو گئے اور پانی کناروں سے باہر اچھل پڑا اور کئی بستیوں کو اپنے ساتھ خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔ ایک پولیس سٹیشن میں موجود پچیس سپاہیوں میں سے تئیس فوراً ہلاک ہو گئے۔ ایک بھاگ کر اونچے درخت پر چڑھ گیا مگر قیامتِ صغریٰ کا یہ منظر اس سے دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے بتایا اس کا دوسرا ساتھی اپنی برہنگی سے لاپرواسرپٹ دوڑتا بھاگتا جا رہا تھا مگر اس کے لیے کہیں جائے پناہ نہ تھی۔ یہ وحشت ناک منظر تھا۔ تباہ ہونے والے شہر کو دیکھنے والے پہلے صحافی نے رپورٹ میں لکھا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ "دُنیا ختم ہو گئی ہے" —— کہاں ہیں امریکہ اور روس کے دفاعی منصوبے؟ —— میزائل شکن آلات کے مُوجد؟ —— فضاؤں اور سمندروں کو مسخر کرنے والے شہرہ آفاق سائنسداں، آرمیرو جو اب شہر حسیناں نہیں شہر خموشاں ہے کے بیچ رہنے والے چند انسانوں کو آکر بتائیں کہ وہ ان کے ہم وطنوں کو کیوں نہ بچا سکے؟ ہو سکتا

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

درسِ حدیث

مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ فِیْهِ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے مجھے بنی آدم کے زمانوں میں سے بہترین زمانے میں بھیجا گیا ہے۔ اور ہر زمانہ یکے بعد دیگرے گذرتا گیا۔ یہاں تک وہ زمانہ آیا جس میں میری بعثت ہوئی —— اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں لفظ قرن آیا ہے اس سے مراد لوگ ہیں اور خیر سے مراد عقائد، اخلاق حمیدہ، فضائل جمیلہ وغیرہ ہیں۔ اور مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مقدسہ سے پہلے یہ لوگ عقائد، اخلاق کے لحاظ سے انتہائی گرے ہوئے تھے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے آراستہ ہونے کے بعد خیر امت بن گئے تھے جس کی گواہی خود قرآن نے دی ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ الآیہ۔

خلاصہ اس حدیث پاک میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور نیز آپ کی اُمت کی باقی اُمتوں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری مثال اور باقی انبیاء کی مثال مثل ایک محل کے ہے جس کی ساری عمارت خوبصورت بنائی گئی ہو اور ایک اینٹ کی جگہ اس سے چھوڑ دی گئی ہو پھر دیکھنے والے اس کے پاس سے گذریں دیکھ کر تعجب کریں اس کی خوبصورتی پر مگر صرف ایک اینٹ کی جگہ کی وجہ سے۔ پس میں نے اس اینٹ کی جگہ بند کر دی ہے میری وجہ سے رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں وہ اینٹ ہوں میں آخری نبی ہوں۔ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی انبیاء پر فضیلت فوقیت اور برتری ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ، اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ

(باقی ۲۳ پر)

ہے مستقبل کا انسان آتش فشاں پہاڑوں کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کا بھی کوئی انتظام کرلے اور پہاڑوں کا لاوا دنیا کا کچھ نہ بگاڑ سکے —— مگر اس دن کیا ہو گا جب پہاڑوں کا نہیں پوری نوع انسانی کی بداعمالیوں کا لاوا پھٹ پڑے گا پھر آرمیرو کا ایک پہاڑ نہیں دُنیا کے سب پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کے گالوں کی مانند فضاؤں میں اُڑتے پھریں گے، سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی، ستارے ٹوٹ جائیں گے، سمندر اُبل پڑیں گے۔ آسماں کھول دیے جائیں گے اور صُور پھونکا جائے گا پھر ہمیشہ کی تباہی اور عذاب سے کوئی بچ نہ سکے گا سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیتے رہے۔ اُن کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ابدالآباد کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہُوا وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اُس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

اہلِ پاکستان فکرمند ہوں۔ کیا یہاں توکسی گلیشیئر کے اندر لاوا نہیں پک رہا گلگت کے برفانی تودے پگھلے تو دنیا کا سب سے بڑا بند تربیلا ڈیم بھی کمزور ثابت ہو گا ——

فاعتبروا یا اولی الابصار

عبدالرشید انصاری



—— محمد اقبال خان انجمؔ، سیکنڈ ایئر کالا باغ میانوالی ——

اے مرے معبود و خالق اے خدائے ذوالجلال
ذات تیری ہے منزّہ، بے نظیر و بے مثال

چار جانب تُو ہی تُو ہے بے گماں جلوہ فگن
سب سے اونچی سب سے اعلیٰ ذات تیری باکمال

چاند اور سورج منوّر تیری تابانی سے ہیں
ذرّے ذرّے سے عیاں ہے تیری قدرت کا جمال

اپنی قدرت سے بنائے تُو نے یہ ارض و سما
اور بچھایا فلک پر تُو نے ستاروں کا ہی جال

دہر کی ہر شے فنا ہے ذات تیری ہے بقا
ہم سبھوں کا تُو ہے مالک تیری ہستی لازوال

اس کے دل میں کیوں ہو پیدا مال و دولت کی ہوس
جس کے دل میں موجزن ہو تیری اُلفت کا خیال

انجمِؔ عاصی کی بھی یہ التجا منظور ہو
دُور کر دے یا الٰہی! میرے سب رنج و ملال





یہ کائنات

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجود کی برکت سے قائم ہوئی ہے

حق کی راہ میں سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء پر آئی ہیں

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ہر علمبردار کو —— مصائب کی آزمائش سے گذرنا پڑے گا ——

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم امّا بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم؛ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

ترجمہ: اور آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے، اور نہ بیزار ہوئے۔ البتہ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ اور آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

محترم حاضرین! یہ کائناتِ عالم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود باسعود کے باعث قائم ہوئی ہے۔ گذشتہ جمعہ میں فترۃ الوحی کے متعلق کچھ تشریحات بیان ہوئی تھیں آج کا بھی موضوع یہی ہے۔ دراصل فترۃ الوحی دو سال کا طویل عرصہ یونہی نہیں تھا۔ نہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوئے تھے اور نہ آپ سے بیزار بلکہ یہ ایک آزمائش کا دور تھا۔ اور آئندہ کے بڑے امور کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیار کیا جا رہا تھا کہ اے پیغمبر علیہ السلام نبوت کی راہ بہت ہی پُرخار و پُرآشوب اور صبرآزما ہے۔ اس میں مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اپنوں اور رشتہ داروں کی رفاقت کو خیرباد کہنا پڑتا ہے اور ہر قسم کے جور و ستم کا تختۂ مشق بننا پڑتا ہے اس لئے آپ پر دو سال سلسلہ وحی کو بند کیا گیا تھا تاکہ آنے والے کٹھن مرحلہ خصوصاً وطن چھوڑنے کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیں۔

محترم حاضرین! یہ دو سال کا زمانہ کوئی کم وقت نہیں تھا اور اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کم مشقتیں نہیں اٹھانی پڑیں۔ کفار و مشرکین مکہ نے اس فترۃ الوحی کے زمانے میں پیارے حضور علیہ السلام کو بہت ستایا، طرح طرح کی ذہنی اذیتیں دیں کبھی کہتے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب اس سے روٹھ گیا۔ کبھی کہتے نعوذ باللہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب بے وفا ہو گیا اور اسے چھوڑ گیا۔ غرض

نئی نئی باتوں سے آپ کو اذیت پہنچاتے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تنگ آکر سوچتا کہ احد پہاڑ کے اوپر سے اپنے آپ کو نیچے گرا دوں لیکن کوئی غیبی طاقت میرے اور اس ارادے کے درمیان حائل ہو جاتی۔

دراصل اس زمانہ میں مشیت ایزدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والے حالات کے لئے تیار کر رہی تھی اور منصب نبوّت کو اوج کمال تک پہنچایا جا رہا تھا۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ سورۃ والضحیٰ کا خلاصہ یہی بیان کرتے ہیں کہ زمانہ فترۃ الوحی قوائے ایمانیہ کے لئے موجب تکمیل ہے۔

معزز حضرات! یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی کسی کو بڑا انعام یا اعزاز بخشتا ہے تو اس کو ضرور آزماتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس کو جتنا بڑا اعزاز دیا جانے والا ہوتا ہے اس کی آزمائش اتنی ہی سخت ہوتی ہے اور اس جگہ تو نبوت و رسالت کا معاملہ ہے ساری دنیا کی رشد و ہدایت کا دارو مدار اسی پر ہے پھر ظاہر ہے، یہ جس کو دی جائے گی وہ سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اشد البلاء علی الانبیاء ثم الاقرب فالاقرب کہ سب سے زیادہ مصائب و آلام انبیاء پر آتے ہیں پھر درجہ بدرجہ جو ان سے قریب ہوتا ہے اس پر بھی۔ یہ اسی وجہ سے کہ ان کو دنیا و آخرت کا سب سے بڑا اعزاز رسالت و نبوّت دیا جانے والا ہوتا ہے یا دے دیا گیا ہوتا ہے۔ ثم الاقرب فالاقرب کا مطلب ہے کہ انبیاء کے بعد جو ان کے مشن کا اور ان کی دعوت کا داعی ہوگا اور ان کے نقش قدم پر چلے گا اس کو بھی اس کے کام کی عظمت کے اعتبار سے آزمایا جائے گا اور مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں گی۔

چنانچہ دیکھیں خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امامت کرتے ہوئے کس طرح شہید کئے جاتے ہیں اور کتنی تکلیف میں مگر نہایت اطمینان سے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کرتے ہیں۔ خلیفۂ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں کس طرح مظلومیت کی حالت میں اہل وعیال کے سامنے شہید کر دئے جاتے ہیں۔ اسی طرح نواسۂ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ایک فاسق و فاجر لشکر سے مقابلہ کرتے ہوئے میدانِ کربلا میں کس اذیّت ناک صورتِ حال میں جامِ شہادت نوش فرماتے ہیں۔ قریب زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اکبر کے مقابلے میں جیل کی کوٹھڑیوں میں دن گزارتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کو شیعہ بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی پاداش میں ایک عرصہ تک روپوش ہو کر زندگی گزارنی پڑی۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ اس لاہور کی پُرتعیش فضا میں ہتھکڑیاں لگا کر لائے جاتے ہیں ایسا کیوں ہے۔ ان حضرات کا کیا جرم ہے؟

محترم حضرات! ان کا جرم یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو لے کر آگے بڑھے تھے اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر بڑھے گا اللہ تعالےٰ اسے ضرور آزمائیں گے کیونکہ مشن والا آزمایا گیا تھا۔

محترم حاضرین! بات چل رہی تھی کہ اشد البلاء علی الانبیاء ثم الاقرب فالاقرب یعنی سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام کو آزمایا جاتا ہے۔

غور فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو بچپن ہی میں والدہ کا سایۂ شفقت بھی سر سے اٹھ جاتا ہے جبکہ والد گرامی حضرت عبداللہ اپنے بیٹے کی ولادت سے قبل ہی انتقال فرما گئے تھے۔ عین بھتیجے کی مظلومیت کے موقعہ پر مشفق چچا ابوطالب بھی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ بے سرو سامانی کی حالت میں وہ اللہ کا شہر بھی چھوڑنا پڑا جہاں بچپن اور جوانی کے دن گذرے تھے۔ عمرہ کے لئے مدینہ سے تشریف لاتے ہیں تو بغیر زیارت مکہ کے واپس جانا پڑتا ہے۔ اور نہ جانے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں آتی ہیں لیکن ان تمام میں سب سے بڑی مصیبت وحی کا دو سال کے لئے منقطع ہو جانا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت ہی غمگین و مایوس ہوتے ہیں۔ سوچتے ہیں کہ کہیں اللہ تعالےٰ ناراض تو نہیں ہوگئے۔ اس دو سال کی اذیت ناک صورت حال کے بعد اللہ تعالےٰ اپنے حبیبِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تسلی دیتے ہیں اور دوبارہ وحی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

"دن کے اجالے کی قسم، رات کی تاریکیوں کی قسم جب وہ چھا جائیں۔ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہوا ہے البتہ دوسری صورت پہلی والی حالت سے بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی یہ جو آزمائش آپ پر آئی تھی منفعتوں سے خالی نہیں۔

اس فترۃ الوحی کے ذریعہ سے آپ کی تیاری کرائی گئی ہے اب یہ مالک کی مرضی کہ اطلاع دے کر تیاری کرائیں یا بغیر اطلاع کے کیونکہ وہ تو حکیم ہیں اور فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ حکیم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپؐ کو پہلے ہی اطلاع ہو جاتی کہ دو سال وحی بند رہے گی تو وہ کیفیت محمودہ نہ ہوتی جو بغیر اطلاع کے ہوئی تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ٹوٹا ہوا دل اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ امام غزالی کہتے ہیں کہ مظلوم کی دعا سیدھی عرش تک پہنچتی ہے۔ چونکہ اس فترۃ الوحی کے دور میں آپؐ کفّار و مشرکین کے مقابلہ میں مظلوم تھے اور ہر وقت غمگین و متوجہ الی اللہ رہتے تھے ــــ اس حالت میں جتنا اللہ تعالےٰ کا روحانی قرب حاصل ہوا ہوگا ممکن ہے کہ اطلاع کے بعد نہ ہوتا۔ اس عدم اطلاع میں یہی حکمت پنہاں تھی معاذ اللہ۔ اللہ تعالےٰ کا یہ مقصد قطعاً نہ تھا کہ آپ کو تکلیف پہنچائیں بلکہ ہجر و فراق کے لمحے محبت کو جلا دیتے تھے اسی لئے بعد میں اللہ تعالےٰ تسلّی فرما رہے ہیں۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

چنانچہ دیکھیں جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو غنائم کا انبار آپ کے قدموں میں ہوتا ہے کفار جوق درجوق اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نعمت عظمیٰ کے طور پر اس شہر مکہ کو بھی جس سے امراء شہر نے نکالا تھا۔ آپ کی زندگی ہی میں فتح کرا دیتے ہیں۔ اور آج انہیں کی برکت سے پوری دنیا میں پورے ایک ارب مسلمان بس رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں باطل کے مقابلے میں حق پر جمے رہنے کی توفیق دے۔

اللّٰھم ایّاک نعبد وایّاک نستعین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سوانحی نقوش ۔ سیرت طیبہ

سید الانبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین

پروفیسر محمد یامین محمدی، کراچی

ولادت باسعادت

۹ ربیع الاول روز دوشنبہ بعد صبح صادق قبل طلوع آفتاب ۱۱ ماہ بیشنین ۲۶۷۵ سنہ طوفان نوحؑ یکم جیٹھ ۳۶۷۲ سنہ کل جگ ۲۰ ماہ ہفتم ۲۵۸۵ سنہ ابراہیمی، ۲۰ ماہ نیساں ۸۸۲ سنہ سکندری، یکم جیٹھ ۶۲۸ سنہ بکرمی شمسی، ۱۷ جون ۵۶۹ سنہ عیسوی ۔ مقام ولادت مکہ مکرمہ،

بعثتِ نبویؐ

اکتالیسویں سال کے پہلے دن اعلانِ نبوت فرمایا ۔ وحی الٰہی کا نزول ہوا ۔

۱ سنہ نبوت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ، ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضؓ اور حضرت زیدؓ نے ایمان و اسلام کی سعادت حاصل کی ۔ صدیق اکبرؓ کی دعوت پر عثمان غنیؓ، عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سعدؓ بن وقاص، طلحہ بن زبیر رضؓ نے اسلام قبول کیا ۔ ارقم بن ارقم رضؓ، بلال حبشی رضؓ، صہیب رومی رضؓ اور حضرت سمیہؓ نے اسلام کی سعادت حاصل کی ۔ ابو عبیدہ ابن الجراح رضؓ، سعید ابن زیدؓ، عبداللہ ابن زیدؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ ایمان لائے اور شرفِ صحابیت حاصل کیا ۔

دار ارقم میں جو کوہِ صفا کے دامن میں تھا ۔ دینی تعلیم و تربیت کے لئے پہلا مدرسہ قائم کیا گیا یہاں ۳ سنہ نبوت تک چپکے چپکے لوگوں کو اسلام کی تعلیم دی گئی ۔

۴ سنہ نبوت سے کھلم کھلا دینی سکھلایا جانے لگا، آزمائشوں کا دروازہ کھلا ساحر و کاہن کے نام سے پکارے جانے لگے ۔ حقیقی چچی ام جمیل زوجہ ابولہب نے راہ میں کانٹے بچھائے، نماز پڑھتے ہوئے گردن مبارک میں چادر ڈال کر بل دئے گئے ۔ حضرت سمیہؓ کی ران میں نیزہ مار کر شہید کیا گیا حضرت زبیر رضؓ کو کھجور کی چٹائی میں

نسب نامہ

سلسلۂ پدری

سلسلۂ مادری

محمد رسول اللہؐ

عبداللہ

عبدالمطلب

ہاشم

عبد مناف

قصی

کلاب

زہرہ

عبد مناف

وہب

آمنہ

بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ۔ عدنان چالیسویں پشت میں حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے نامور فرزند تھے حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے صاحب زادے تھے ۔

پیٹ کر کوٹھڑی میں بند کر کے دھواں دیا گیا ۔ بلال حبشی رضؓ کو گرم گرم پتھروں پر لٹایا گیا ۔ پیروں میں رسی باندھ کر گھسیٹا گیا ۔

۵ سنہ نبوت رجب کے مہینے میں انفرادی ہجرت کا حکم ہوا ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ بنتِ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی ۔

۶ سنہ نبوت میں حضرت حمزہؓ نے اور پھر تین دن کے بعد حضرت عمر رضؓ نے اسلام قبول کیا، کعبہ میں نماز پڑھی گئی ۔

۷ سنہ نبوت میں شعب ابی طالب میں نظر بند کئے گئے ۔ قریش نے آپ پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کا معاہدہ کیا، اوائل ۱۰ سنہ نبوت تک ہر قسم کے مظالم ڈھائے گئے اور ایمان لانے والوں کو بری طرح ستایا گیا ۔

۱۰ سنہ نبوت میں شعب ابی طالب کی اسیری سے رہائی کے بعد طائف کا سفر فرمایا ۔ دعوتِ حق میں جسمِ اطہر کو لہولہان فرمایا اور خون کے پیاسوں کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی ۔

۱۱ سنہ نبوت میں مدینہ منورہ کے پہلے قافلے نے ایمان کی دولت پائی ۔

۱۲ سنہ نبوت میں ۲۷ رجب المرجب روز دوشنبہ معراج عطا ہوئی ۔ پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی ۔

۱۳ سنہ نبوت میں ۲۷ صفر المظفر شب جمعہ کو سیدنا صدیق اکبر رضؓ کی معیت میں مکہ بہ عزم ہجرت چھوڑا ۔

بعدِ ہجرت (مدنی زندگی)

۱ سنہ ہجرت میں یکم ربیع الاول دوشنبہ کے دن غارِ ثور سے باہر تشریف لائے ۔

۸ ربیع الاول دوشنبہ کے دن رونق افروز قبا ہوتے ۔

۲۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن قبا میں چودہ یوم قیام کے بعد نورافزائے مدینہ منورہ ہوئے مدینہ منورہ کا نام صدیوں سے یثرب تھا، اس یثرب نے آپؐ کے قدموں کی برکت سے مدینۃ الرسول ہونے کا شرف حاصل کیا ۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ کی بنیاد رکھی گئی ۔

۲ سنہ ہجرت میں اذان کا حکم ہوا ۔ کعبہ مکرمہ قبلہ قرار پایا ۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوتے ۔ تین سو تیرہ اصحابِ رسول رب العالمین رضؓ نے رسول رب العالمین کی معیت میں غزوہ بدر میں شرکت کی ۔ ایک ہزار کا تین تیرہ کیا ۔ امت محمدیہ کا فرعون ابوجہل مارا گیا ۔

۳ سنہ ہجرت میں زکوٰۃ فرض ہوئی ماہ شوال میں غزوۂ احد پیش آیا ۔ حضرت حمزہ رضؓ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے زبانِ رسالت نے سید الشہداءؓ کا خطاب مرحمت فرمایا ۔

۴ سنہ ہجرت میں شراب کا پینا حرام قرار پایا ۔

۵ سنہ ہجرت میں عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا ۔ آیت حجاب نازل ہوئی ۔ ماہ شوال میں غزوۂ خندق پیش آیا ۔

۶ سنہ ہجرت میں قریش سے تاریخی معاہدہ جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے اسی سن میں آپؐ نے اپنے وقت کے مشہور بادشاہوں کے پاس سفیر روانہ فرمائے، اسلام کی دعوت پیش کی ۔

۷ سنہ ہجرت میں غزوۂ خیبر (ماہ محرم و ماہ صفر میں) ثمامہ رضؓ والیٔ نجد، جیلہ رضؓ، شاہ تمان، فروہ بن عمرو خزاعی گورنر شام نے اسلام قبول کیا ۔

۸ سنہ ہجرت میں فتح مکہ (رمضان المبارک میں)، عام معافی کا اعلان، غزوۂ حنین بعد فتح مکہ خالد

بن ولید رضؓ، عثمان بن ابو طلحہ رضؓ عمرو بن عاص رضؓ نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر اسلام کی سعادت حاصل کر لی۔ عکرمہ رضؓ بن ابوجہل مسلمان ہوئے۔

سنہ ۹ ہجرت ماہِ رجب میں غزوۂ تبوک پیش آیا، حج فرض ہُوا صدیق اکبرؓ کو امیر الحج مقرر فرمایا عدی ابن حاتم طائی اکیدرؓ والئ دومۃ الجندل، ذی الکلاع رضؓ بادشاہ قبائل حمیر نے اسلام قبول کیا۔

سنہ ۱۰ ہجرت ایک لاکھ ۴۴ ہزار شاگردوں (صحابیوں رضؓ) کو ساتھ لے کر فریضۂ حج ادا فرمایا اوٗ اسلام کے تمام اصول سمجھا کر امت کو وداع کیا۔

مدّتِ قیام

عالم دنیوی میں ولادت مبارکہ سے یوم وفات تک ۶۳ سال ۴ یوم یا ۲۲۳۳۰ دن ۶ گھنٹہ قیام فرما کر ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ روز دوشنبہ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء برقت چاشت سفر آخرت اختیار کر کے حجرۂ مبارکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ میں قیام فرمایا۔

قیام مکہ معظمہ: ۵۳ سال

قیام مدینہ منورہ: عالم دنیوی میں دس سال اور گنبدِ خضریٰ میں آج تک آرام فرما ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

ہجرت ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ مطابق ۳۱ مئی سنہ ۶۲۲ دوشنبہ۔ (تحقیق ڈاکٹر حمید اللہ)

مدت تبلیغ رسالت و نبوت: آٹھ ہزار ایک سو چھپن ۸۱۵۶ یوم

حُلیہ مبارک

رسول اللہ (صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نہ بہت لمبے تھے نہ پستہ قد بلکہ آپؐ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ رنگ کے اعتبار سے آپؐ نہ بالکل سفید تھے نہ گندم گوں بلکہ رنگ سفیدی کے ساتھ سُرخی لئے ہوتے تھا۔ چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن چمکدار، سر کے بال نہ بالکل سیدھے نہ بالکل پیچدار بلکہ ہلکی سی پیچیدگی کے ساتھ گھونگھریالے تھے۔ اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی اور پُرگوشت تھیں پلکیں سیاہ، سُرمگیں آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے، دندانِ مبارک خوبصورت چمکدار، دہن اعتدال کے ساتھ فراخ یعنی تنگ نہ تھا۔ ناک خوبصورت، رفتار تیز تھی، چلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ڈھلوان زمین پر اُتر رہے ہیں۔ جب آپؐ توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ فرماتے تھے، یعنی صرف گردن پھیر کر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ نگاہ اکثر نیچی رہتی تھی۔ ہتھیلیاں پُرگوشت اور ملائم تھیں، ایڑی میں گوشت کم تھا۔ ریش مبارک گھنی اور بال سیاہ تھے۔ آپؐ کے پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ سر کے بال زیادہ لمبے ہوتے تو کان کی لو تک یا شانہ تک رہتے تھے آپؐ کے سر اور ڈاڑھی کے بال بیس سے زیادہ سفید نہ تھے یعنی گنتی کے بال سفید تھے۔

ممتاز اسماء مبارک

محمد، احمد، حامد، محمودؐ ماحی، حاشر، عاقب۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خطاباتِ ممتاز

رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین، امام الانبیاء، سیّد ولد آدم، طٰہٰ، یٰسین، شفیع المذنبین، مزمّل، مدثّر، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم۔

آپؐ کا لباس

آپ سفید لباس بیحد پسند فرماتے۔ زیادہ روئی کا لباس پہنتے تھے۔ صوف اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی پہن لیتے تھے جبّہ، قبا، قمیص، ازار، عمامہ، ٹوپی چادر، حلہ، موزہ یہ سب آپؐ نے پہنے ہیں۔ سبز رنگ کی یمنی چادر آپؐ کو بہت پسند تھی۔۔ جو بُرویمانی کے نام سے مشہور تھی۔ سرخ لباس کو منع فرماتے تھے کبھی کبھی سیاہ عمامہ آپ نے باندھا ہے۔ ٹوپی بھی پہنا کریں اور اسے عمامہ کے نیچے پہننے کی تاکید کرتے تھے۔

حضورؐ کا اسلحہ

تلواریں: آپؐ کے پاس ۹ تلواریں تھیں جن کے نام یہ ہیں: ۱۔ ماثور (۲) عصب (۳) قلعی۔ (۴) البتار (۵) انخدہ (۶) الرسوب (۷) المخذم (۸) القضیب اور (۹) ذوالفقار۔

زرہیں: ان کی تعداد سات تھی (۱) ذات الفضول، لوہے کی زرہ تھی جسے آپ نے ایک یہودی کے پاس گروی رکھا تھا۔ اور اس سے تین صاع جَو اپنے عیال کے لئے قرض لئے، اس کے علاوہ (۲) الوثیاع (۳) ذات الحواشی (۴) السعیدہ (۵) فضہ (۶) البر (۷) الخراق تھیں۔

کمانیں: چھ تھیں جن کے نام یہ ہیں (۱) الزوراء (۲) الروحاء (۳) الصفراء (۴) البیضاء (۵) الکتوم (۶) اور الشداد۔

ڈھالیں: دو تھیں (۱) الزلوق اور (۲) الفتق

نیزے: یہ بھی دو تھے (۱) المثوی اور (۲) المثنی۔

خود: دو تھے (۱) الموشح اور (۲) السبوع۔

آپؐ کی انگوٹھی

آپؐ کے پاس پہلے سونے کی انگوٹھی تھی (مزید ملاحظہ ہو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی انگوٹھی کے بارے میں طبقات ابن سعد ۱/۲ ص۶۱ تاریخ احمد ص۶۸) پھر آپؐ نے اس کو ناپسند کیا اور پھینک دیا۔ اس کے بعد چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ جس پر اوپر تلے تین سطروں میں محمدؐ، رسولؐ، اللہ لکھا ہُوا تھا۔ آپؐ اس کو اکثر اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے کبھی دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہن لیا کرتے تھے۔ اس انگوٹھی میں نگ بھی چاندی کا تھا جو آپؐ کی ہتھیلی کی جانب رہتا تھا آپؐ نے دوسروں کو اپنی جیسی کنیت رکھنے سے منع کیا تھا۔

آپؐ کی زندگی تک یہ انگوٹھی آپؐ کے پاس رہی پھر یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکر رضؓ، حضرت عمر رضؓ، حضرت عثمان رضؓ کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ اس کے بعد سنہ ۶ھ میں حضرت عثمان رضؓ کی خلافت میں یہ ان کے ہاتھ سے بیئر اریس نامی ایک کنوئیں میں گر گئی۔ انگوٹھی کی تلاش میں اس کنوئیں کا پانی نکالا گیا اور اس کی تہ سے مٹی بھی نکالی گئی۔ لیکن یہ انگوٹھی نہیں ملی۔ اسی کا اثر مبارک تھا کہ جو استحکام ان کے دورِ خلافت میں چھ سال تک رہا اس کے گم ہو جانے کے بعد وہ اثر جاتا رہا اور پھر جو کچھ ہُوا وہ ظاہر ہے۔

ازواجِ مطہرات

۱۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے ۲۵ سال کی عمر میں نکاح فرمایا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضؓ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ سنہ ۱۰ نبوت میں ان کا انتقال ہُوا۔

۲۔ ام المومنین حضرت سودہ رضؓ سنہ ۱۰ نبوت میں نکاح فرمایا۔ حضرت عمر رضؓ کے آخر ایّام خلافت میں انتقال ہُوا۔

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہؓ۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں سنہ ۲ھ میں حضورؐ کے کاشانۂ اقدس میں آئیں ۵۷ھ میں ۱۷ رمضان المبارک کو انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ان کا حجرۂ مبارکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے۔

۴۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں ۳ھ میں آپ سے نکاح فرمایا۔ ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

۵۔ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ ۴ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا انتقال ہوا۔

۶۔ ام المومنین حضرت امِ سلمہؓ ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔ بقیع آرام گاہ ہے

۷۔ ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

۸۔ ام المومنین حضرت جویریہؓ ماہ ربیع الاوّل ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۹۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ۔ حضرت ابوسفیان کی بیٹی ہیں۔ ۵ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

۱۰۔ ام المومنین حضرت میمونہؓ۔ ۵۱ھ میں "مقام سرف" میں انتقال ہوا۔ وہیں آرام گاہ ہے۔

۱۱۔ ام المومنین حضرت صفیہؓ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔

۱۲۔ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ (حضرت ابراہیم انہیں کے فرزند تھے) محرم ۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(جاری ہے)

سیرتِ مقدسہ الصّادق الامین

انتقال والد ماجد	قبل ولادت مبارکہ
	قبل نبوّت ـــــــ قبل ولادت مبارکہ
سنہ ۶ ولادت محمدیہ میں	والدہ ماجدہ کا انتقال ـــــــ آپؐ کی عمر شریف چھ سال کی تھی۔
سنہ ۹ " " "	عبد المطلب کا انتقال ـــــــ یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا تھے۔
سنہ ۱۳ " " "	پہلا سفرِ شام بہ غرض تجارت ـــــ ابو طالب کی معیت میں
سنہ ۱۵ " " "	حرب فجار میں شرکت ـــــــ اس جنگ کا مقصد کعبہ کی حرمت کا قیام تھا
سنہ ۲۳ " " "	دوسرا سفر بہ غرض تجارت ـــــ حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ
سنہ ۲۶ " " "	خدیجہؓ بنت خویلد سے نکاح ـــــ عمر شریف ۲۵ سال ۲ مہینہ دس یوم حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال
سنہ ۳۵ " " "	خانہ کعبہ میں ایک معمار کی حیثیت سے حصّہ لیا اور حجرِ اسود کے مسئلے میں عرب قبائل کے باہمی اختلاف کا تاریخی فیصلہ کیا۔
سنہ ۳۹ و ۴۰ " " "	زیادہ وقت غارِ حرا میں گذرا۔

پروفیسر سعیدہ بانو

حدیثِ نبوی کی تشریح واشاعت

اور

امام شاہ ولی اللہؒ کی مجددانہ خدمات

جناب شاہ ولی اللہؒ نے حدیث کی اول الکتب موطا امام مالک کی دو شرحیں (عربی۔ فارسی) میں بنام "المسوّی" اور "المصفّی" لکھیں اور تقلیدی بندھنوں سے بالکل بے نیاز رہ کر اس مجتہدانہ شان کے ساتھ کہ بارھویں صدی ہجری کے مجدّد کا فرض تھا ان (دونوں) کا (گویا) ضمیمہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کے نام سے لکھا۔ تکملہ "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" سے کیا اور تتمہ "حجۃ اللہ البالغہ" جیسی غیر مسبوق کتاب سے جیسا کہ خاتمۃ المحدثین نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"در فن خود غیر مسبوق الیہ واقع شدہ ومثل آں دریں
۱۲ صد سال ہجرت از ہیچ یکے علمائے عرب وعجم تصنیفے بوجود نیامدہ ومن جملہ تصانیف مولفش مرضی بودہ است
ودر الواقع بیش ازاں ست کہ وصفش تواں نوشت[۱]"

"حجۃ اللہ البالغہ" دین کی حجت بنی۔ اس کے ابلاغ نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ اس کے ایک ایک لفظ نے تشویق الی السنۃ اور تحریک عمل بالحدیث کا درس دیا۔

شاہ صاحبؒ کا ابلاغ قرآن

جناب حجۃ اللہ علیہ الرحمہ نے کتب حدیث کی شروح کے ساتھ متن حدیث یعنی "القرآن المجید" کی اشاعت کے سامان بھی فراہم کیے کہ قرآن پاک کا ترجمہ اس وقت کی عام زبان (فارسی) میں بعنوان "فتح الرحمٰن" لکھا۔ اگرچہ اس پاداش میں آپ کو بعض تکالیف کا سامنا بھی ہوا لیکن ابلاغِ قرآن کا شوق اور بھی بڑھ گیا۔

وکذلک الایمان حین
تخالط بشاشۃ القلوب

(الحدیث) شاہ ولی اللہؒ کے بعد علمائے مصنفین نے اپنی تحریروں میں حدیث و تفسیر کے لیے بھی جگہ نکالی۔ ان کے مدارس میں بھی درسِ حدیث ہونے لگا۔ درسِ حدیث کا اوّلین ادارہ "مدرسہ رحیمیہ" تھا۔

یہ مدرسہ کسی زمانہ میں نہایت عالی شان خوبصورت مکان تھا اور بہت بڑا دار العلوم سمجھا جاتا تھا۔ جس وقت روشن اختر محمد شاہ بادشاہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث علیہ الرحمہ کو پرانی دلی سے (جہاں اب ان حضرات کے مزارات ہیں) شاہجہاں آباد یعنی موجودہ دہلی میں قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف دی اور اپنے دلربا شہر کو علم و فضل کے قیمتی زیور سے آراستہ کرنا چاہا تو یہ عالی شان مکان آپ کے لیے تجویز فرمایا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا۔ شاہجہاں آباد میں شاہ صاحبؒ تشریف لائے۔ اور مع قبائل اسی جگہ رہنے لگے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا اور قال اللہ وقال الرسولؐ کا چرچا رہنے لگا۔[۱]

دلی کا سب سے آخر الذکر لیکن کثیر النافع مدرسہ شاہ عبد الرحیم صاحب دہلویؒ کا ہے۔ یہی مدرسہ تھا جس کی آغوش میں شاہ ولی اللہؒ، مولانا شاہ عبد العزیزؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، شاہ اسمٰعیلؒ

---

[۱] نواب صدیق حسن خان، اتحاف النبلاء ص ۱۷

ا۔ سید احمد ولی اللّٰہی، یادگار دہلی، ص ۱۱۰

شاہ اسحٰق اور شاہ عبدالقادرؒ جیسے علماءِ کرام پل کر جوان ہوئے اور آخر باری باری سے اس کے مسندِ درس پر متمکن ہوئے۔ یہی وہ سرچشمۂ فیض ہے جہاں سے حدیث نبوی کے برکات تمام گوشہ ہائے ہند میں پھیلے۔ اس مدرسہ کی مٹی ہوئی یادگار اب تک دلی میں ہیں[1]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل کی اور پھر اسی مدرسہ کی مسند درس پر حضرت عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ محمد اسحاقؒ، حضرت عبدالقادرؒ اور حضرت نذیر حسین میاں صاحب باری باری جلوہ افروز ہوئے اور اس سرچشمۂ فیض سے خاص طور پر علم حدیث ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا[2]

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث اپنے مسبوق و متبوع کے جانشین اور "خلیفہ بلا فصل" ہوئے۔ آپ نے اس "خلافت الھیہ" کا انصرام جس قابلیت سے کیا وہ محتاجِ بیان نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانہ تدریس و تبلیغ میں آپ کے تین بھائی یعنی شاہ عبدالقادر و عبدالغنی و شاہ رفیع الدین بھی آپ کے یمین و یسار فرائض تبلیغ و تدریس میں مصروف تھے۔ ان حضرات کی علمی خدمات کا تذکرہ قرآن پاک کے ان اُردو ترجموں کی صورت میں ہمارے سامنے ہے جن کی اولیت و اولیت سے انکار نہیں ہو سکتا پھر نفس مطلب کا انضباط کہ شاہ عبدالقادر کے ترجمے کے لیے تو یہ کہا گیا کہ اگر قرآن پاک اُردو میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادر کے الفاظ میں ہوتا۔ فنعم اجر العاملین

شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ (قرآن) بامحاورہ ہے اور ان دونوں ترجموں کے بعد اگرچہ اُردو میں بعد میں کے قرآن پاک کے اور ترجمے بھی ہو چکے ہیں مگر ابھی تک اردو خواں مسلمان ان ترجموں سے بھی مستغنی نہیں ہو سکے۔

اس خاندان میں کیسے کیسے اکابر بابند علم و عمل موجود تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کے درس و تدریس کی بادشاہت سمرقند بخارا اور مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی[1]

آپ کا خاندان علوم حدیث و فقہ حنفی کا علمبردار ہے۔ علم حدیث کی جو خدمت ملک ہند میں اس خاندان نے کی کسی اور نے نہیں کی۔ سرزمین ہند میں عمل بالحدیث کا بیج حقیقت میں آپ کے والد بزرگوار نے بویا اور آپ نے اسے برگ و بار بخشا ورنہ بلاد ہند میں کوئی شخص فقہ حنفی کے علم حدیث سے تمسک نہیں کرتا تھا[1] شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز کی ذات فیض صفات ان حضرت بابرکت کی فنون کسبی و وہبی اور مجموعۂ فیض، فیض ظاہری و باطنی تھی۔ اگرچہ جمیع علوم مثل منطق و حکمت و ہندسہ و ہیئت کو خادم علوم دینی کا کر کے تمام ہمت و سراسر سعی کو تحقیق غوامض حدیث نبویؐ تفسیر کلام الٰہی اور اعلام شریعت مقدسہ حضرت رسالت پناہی میں مصروف فرماتے تھے اور سوا اس کے جو کہ جلائے آئینہ باطن صیقل عرفان و ایقان سے کمال کو پہنچی تھی طالبان صافی نہار کی ارشاد و تلقین کی طرف توجہ تمام تھی۔ اس پر بھی علوم عقلیہ میں سے کون سا علم تھا کہ اس میں یکتائی اور یک فنی نہ تھی[2]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ہمہ گیر انقلاب کا جو بیج بویا تھا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی آبیاری سے وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا۔ چنانچہ تعلیم و تربیت اور ایک مخصوص قسم کی اخلاقی ٹریننگ جو اس نصب العین اور اس منزلِ مقصود تک پہنچنے کا بہت ضروری

---

[1] ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی گذشتہ اسلامی تعلیم گاہیں مشمولہ معارف بابت اگست ۱۹۲۰ء، ص ۱۰۹

[2] سید ریاست علی ندوی، عہد اسلامی کا ہندوستان، ص ۲۸۶

[1] تذکرہ ابوالکلام آزاد، ص ۲۳۶

[1] حافظ محمد ابراہیم، تاریخ اہل حدیث ص ۴۱۸

[2] سرسید احمد خاں، آثار الصنادید حصہ چہارم ص ۳۹

پروگرام تھا اس کا حلقہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ پورے ہندوستان میں قرآن و حدیث کا کوئی ایسا ایک قابلِ اعتماد عالم نہ تھا جس کا رشتہ تلمذ بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے دامن فیض سے وابستہ نہ ہو[1]

تدریس میں علوم فقہ اور متعلقات فقہ کا التزام اگرچہ زیادہ تھا مگر حدیث پر ان سے زیادہ توجہ تھی جس کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے کہ دوسرے علوم آپ کے درس میں بطور ذیل کے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کی وہ پود جو آپ نے ترویج حدیث کی شکل میں لگائی زیادہ توجہ و انہماک سے اس کی آبیاری ہونے لگی کہ بیرون ہند تک سے شائقین [illegible] تے چلے آ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان کے جملہ سلاسل میں محدثین کا منتہا "شاہ عبدالعزیزؒ بن شاہ ولی اللہ" ہے۔ بیرونِ ملک میں بھی اگر کسی اہم فتویٰ پر آپ کی مہر ثبت ہے تو پھر اس میں قیل و قال کی کوئی گنجائش نہیں[2]

شاہ عبدالعزیزؒ کو متعدد علوم و فنون پر کافی دسترس حاصل تھی علوم نقلیہ اور فنون عقلیہ دونوں ہی آپ کی نظر میں یکساں تھے لیکن طبیعت کا رجحان اور میلان حدیث نبویؐ کی طرف زیادہ تھا۔ اور جو شغف شاہ صاحب کو علم حدیث کے ساتھ تھا وہ کسی دوسرے علم سے نہیں تھا۔ اسی لیے آپ نے اپنی عمر کا آخری اور بیشتر حصہ احادیث نبویؐ کی تحقیق و تدوین، اس کی اشاعت و تبلیغ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس خدمت کو وہ اپنی سب سے بڑی خدمت سمجھتے تھے۔

طالبانِ حق کی تلقین و ارشاد کا بڑا حصہ اتباع اور احیائے سنت تھا۔ اس طرف آپ شدت سے لوگوں کو متوجہ کرتے تھے۔ کلام الٰہی کی تفسیر اور احادیث نبوی کی روشنی میں اس کے معانی کی تشریح و توضیح آپ کا مقصدِ حیات تھا جیسا کہ صاحب تذکرہ علمائے ہند اپنی کتاب میں رقم طراز ہے:

"بالجملہ وے جامع علوم بلکہ آیتے از آیاتِ الٰہی بود۔ ہر آنچہ در توصیفش خام و زبان برطرازشتے از خود دارے واند کے ست از بیارے[1]"

ہندوستان میں علوم حدیث و فقہ حنفی کی خدمت جیسی کہ اس خاندان میں ظہور میں آئی ہے ایسی کسی اور خاندان سے کم وقوع میں آئی ہے[1] یہ آفت جو اس جزو زماں میں تمام دیار ہندوستان خصوصاً شاہجہاں آباد حرسہا اللہ عن الشرور والفساد میں وبا کی مانند پھیلی ہوئی تھی۔ ہر شخص اپنے آپ کو عالم اور ہر جاہل اپنے کو فاضل سمجھتا تھا اور فقط اسی پر کہ چند رسالے دینی مسائل اور قرآن مجید کا ترجمہ جو اردو زبان میں کسی نے استاد سے اور کسی نے اپنی زور طبیعت سے پڑھ لیا تو اپنے آپ کو فقیہہ و مفسر سمجھ کر مسائل و وعظ گوئی میں جرات کر بیٹھتا تھا لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی تک اس طرح کے حالات نہ پیدا ہو سکے تھے بلکہ علماء و متبحر اور فضلائے کرام باوجود نظر غائر اور احاطۂ جزئیات مسائل کے جب تک اپنا سمجھا ہوا حضرت کی خدمت میں عرض نہ کر لیتے اس کے اظہار میں لب وا نہ کرتے تھے اور اس کے بیان میں زبان کو جنبش نہ دیتے تھے[2]

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی فقہ پر خاص نظر تھی اور دقیق مسائل کا حل بخوبی بتا دیتے تھے۔ خود ان کے استاد میرزاہد کو بھی اس کا اعتراف تھا۔ ایک مرتبہ کسی رئیس نے میرزاہد سے شرح وقایہ پڑھنے کی خواہش کی۔ میرزاہد نے منظور تو کر لیا

---

[1] سید محمد میاں، علماءِ ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۹۸-۱۹۹

[2] امام ابو یحییٰ خان نوشہروی تراجم علمائے حدیث ہند ص ۵۰، جلد اول، دہلی ۱۹۳۸ء

[1] رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۲۲

[1] مولوی فقیر محمد، حدائق الحنفیہ ص ۴۷۰

[2] سرسید احمد خاں، آثار الصنادید حصہ چہارم، ص ۴۰

مگر جب تک شاہ صاحب موجود نہیں ہوتے تھے، سبق نہیں پڑھاتے تھے۔[1] شاہ صاحبؒ خود فرماتے ہیں:

امیر سے شرح وقایہ میخواند
بے حد بزرگوار می فرمودہ۔[2]

والد سے تحصیلِ علوم کے بعد تدریس وارشاد میں مشغول ہو گئے۔ یہ عالم باعمل اور مشہور محدث تھے۔[3] حدیث کی سند و روایت کی اجازت اپنے والد مرحوم سے حاصل کی تھی۔[4]

خیر الکثیر شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بہت مشکل کتاب ہے۔ وہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ایک زمانے میں پڑھایا کرتے تھے اور مطالعہ کیا کرتے۔ ایک مرتبہ مطالعہ کر رہے تھے کہ کوئی مقام سمجھ میں نہیں۔ دل میں کہا چلو چھوٹے چچا سے اس کو حل کر لیں۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی خدمت میں گئے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے اس کی بہت طویل تقریر کی لیکن ان کا اشتباہ

---

[1] مولوی حبیب اللہ، فتاویٰ عالمگیری اور اس کے چند مؤلفین
ماہنامہ معارف نمبر ۶ ج ۶۰ ص ۲۴۳

[2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۸۲

[3] نظامی بدایونی، قاموس المشاہیر ج ۲ ص ۶۵

[4] سید احمد ولی اللّٰہی، یادگار دہلی۔ ص ۱۰۲

دُور نہ ہُوا۔ اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب ٹہل رہے تھے۔ پوچھا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا اسمٰعیل۔ پوچھا کیسے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں خیر الکثیر پڑھایا کرتا ہوں۔ ایک مقام میں شبہ ہے۔ چھوٹے چچا سے پوچھا مگر تسکین نہیں ہوئی۔ آپ سے تسکین کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا یہ فلاں مقام ہوگا اور میاں رفیع الدین نے اس کی یہ تقریر کی ہوگی۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا ان کا یہ مطلب ہے۔ دو چار جملے ایسے فرمائے جس سے خیر الکثیر کا بھی مطلب حل ہو گیا اور شاہ رفیع الدین کی تقریر کا ماحصل معلوم ہو گیا۔[1]

حضرت شاہ عبدالعزیز امام المحدثین مقتدائے مفسرین جامع علوم حدیث و فقہ و تفسیر و صرف و نحو و منطق و معانی و فروع و اصول تھے۔ ہزاروں لوگ دور دراز ملکوں سے آ کر ان کی شاگردی سے مشرف ہوئے اور فضیلت کے مراتب تک پہنچے ان کی ذات بابرکات کو اگر خاتم العلما کہا جائے تو درست و بجا ہے۔[2]

---

[1] مولانا حکیم سعید عبدالحیٔ، دہلی اور اس کے اطراف ص ۱۱

[2] عالی گوہر غلام سرور
حدیقۃ الاولیاء ص ۱۲۹

برکات الاولیاء میں مولوی امام الدین احمد نے لکھا ہے کہ:

”آخوند حافظ عبدالعزیز دہلوی
نے احادیث کتب شاہ
عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور
مولانا حاجی محمد اسحٰقؒ سے
پڑھیں۔“[1]

اس سے شاہ صاحبؒ کے بلند پایہ محدث ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

مفتاح التواریخ میں شاہ صاحبؒ کے محدث ہونے کے لیے ولیم بیل نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

امام المفسرین امام المحدثین
معتمد فضلاء جلیلہ حافظ مولانا
شاہ عبدالعزیزؒ ابن شاہ
ولی اللہؒ در عمر پانزدہ سالگی
در خدمت پدر خود از تحصیل
علوم عقلی و نقلی و تکمیل کمالات
باطنی فارغ گردید و بعد از
وفات والد ماجد در دہلی
بر مسند ارشاد نشست۔[2]

حضرت شاہ عبدالعزیز کے درس و تدریس کا سلسلہ اتنا وسیع تھا کہ پورے ہندوستان میں ایک عالم بھی ایسا نہ تھا جس کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ پر حضرت شاہ عبدالعزیز سے نہ ہو۔[3] یہاں تک

---

[1] سید امام الدین احمد۔ برکات الاولیاء

[2] ولیم بیل صاحب، مفتاح التواریخ ص ۳۸

[3] مولانا محمد میاں (باقی حاشیہ اگلا کالم

کہ ایک عالم نے یہ جاننے کے لیے ہندوستان کی سیاحت کی کہ اسے کوئی ایسا علم حدیث کا استاد ملے جو شاہ عبدالعزیز کا شاگرد نہ ہو۔ اس سیاح کو ایک استادِ حدیث ایسا نہ ملا جس نے آپ کے در سے کسب فیض نہ کیا ہو۔[1] شاہ صاحب نے ہندوستان میں علم حدیث کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا اور اس طرح آپ کے لاتعداد شاگردوں نے مختلف محاذوں پر حدیث کو پھیلانے کی خدمات سرانجام دیں۔[2]

شاہ عبدالعزیزؒ کے ان شاگردوں کے نام جن سے سلسلہ آگے چلا۔ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ عبدالغنی بڈھانویؒ، شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ، مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنویؒ، سید حسین احمد ملیح آبادیؒ، مولانا اولاد حسن قنوجیؒ (خلیفہ السید احمد بریلوی) اور یہ تمام حضرات صاحبِ درس و تدریس تھے جیسا کہ ان کے تراجم سے معلوم ہوتا ہے۔[3]

بقیہ حاشیہ: علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۲ ص ۴۵

ص ۱ مولانا عبیداللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص ۱۱۸

ص ۲ محمد اسحٰق، انڈیاز کنٹری بیوشن ٹو دی سٹڈی آف حدیث لٹریچر ص ۱۸۰

ص ۳ ابو یحیٰی امام خان نوشہروی (باقی حاشیہ اگلے کالم)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں ایسے تلامذہ جنہیں شہرت دوام حاصل ہوئی وہ یہ تھے۔

مولانا شاہ رفیع الدینؒ برادر شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ، نبیرہ شاہ صاحبؒ؛ مفتی صدر الدین آزردہ دہلویؒ؛ مولانا رشید الدین خان صاحب دہلویؒ، حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ، مولوی مخصوص اللہ صاحبؒ پسر شاہ رفیع الدین صاحبؒ، مولوی عبدالحئی صاحبؒ آپ کے داماد، مولوی کریم اللہ صاحبؒ، مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ برادر زادہ آنجنابؒ، مولوی میر محبوب علیؒ، مولوی محمد یعقوب صاحبؒ، مولوی عبدالخالق صاحبؒ اکابران دہلی، مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ، مولوی فضل الحق صاحب خیر آبادیؒ، مولانا حسن علی صاحب لکھنویؒ مولانا حسین احمد صاحب ملیح آبادیؒ اور بہت سے بزرگؒ ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ ہر ایک صاحب علم و عمل میں آفتاب و ماہتاب تھا۔[1]

(بقیہ حاشیہ) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات۔ ص ۱۳

ص ۱ مولانا ظہیر الدین سید احمد، شاہ عبدالعزیز اور ان کی تعلیمات ص ۱۲

نیز سید سلیمان ندوی، ہندوستان میں علم حدیث، شذرات معارف (باقی حاشیہ اگلے کالم)

شاہ عبدالعزیز اور اُن کے بھائیوں کے ہندوستان میں بے شمار شاگرد ہیں جن کا شمار مشکل ہے اور آپ کے شاگردوں نے پورے ملک میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور اس طرح ان سے فیض عام جاری ہوا اور سارے شاگرد اپنی نیکی، پاکیزگی، علمیت اور اوصاف حمیدہ کے لیے خاص و عام میں مشہور ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ) بابت نومبر ۱۹۲۸ ص ۳۴۶

ماہانہ مجلسِ ذکر

جامع مسجد خضرا سمن آباد میں
ماہانہ مجلس ذکر آئندہ یکم دسمبر بروز اتوار
بعد نماز مغرب جانشین امام الہدیٰ
حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری
مدظلہٗ منعقد کرائیں گے۔
ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مسلک حقہ اور علوم قرآن و سنت کی
— جدید اشاعتی درسگاہ —

مدرسہ عربیہ ترتیل القرآن

شیراز پارک متصل گلستان کالونی فیصل آباد

اپیل

کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے
دین کا درد رکھنے والے اہل فکر
حضرات بر موقعہ تعاون فرمائیں

محمد اشرف علی ناصر مہتمم مدرسہ ترتیل القرآن

مُرشد کامل   امام رشد وھدایت   عالم حق اگاہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں

حاضری — تلمذ — بیعت — کسب فیض

امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے خلیفہ راشد اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے استاذ فقہ والحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دیردی سے انٹرویو۔ پہلی قسط کے لیے تیرہ ستمبر کا شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔

س : حضرت الشیخ الامام لاہوریؒ زیادہ تر اپنے متعلقین اور مسترشدین کو کس چیز کی تلقین فرماتے تھے؟

ج : حضرت الشیخ الامام الاہوریؒ زیادہ تر توجہ تزکیہ پر دیتے تھے بلکہ ان کی تمام تعلیمات ارشادات اور تربیت وغیرہ کا مرکزی نقطہ اور محور قلوب کا تزکیہ، اخلاق کا تزکیہ، عقائد کا تزکیہ، معاشرت کا تزکیہ فرد سے لے کر اجتماعیت کا تزکیہ ہوا کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت میں تزکیہ کو جو اہمیت حاصل ہے۔ حضرت لاہوریؒ وہ زور دے کر بیان فرماتے تھے اور فرماتے۔ "قرآن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ میں ایک فرض "وَيُزَكِّيهِمْ" بیان فرمایا ہے۔"

س : حضرت الشیخ الامام الاہوریؒ کا علماء دیوبند سے . . . . .

ج : جی ہاں! حضرت الامام الاہوریؒ علماء دیوبند کے بے حد قائل اور من حیث الجماعت ان کے مجدد ہونے کے معترف تھے۔ فرماتے۔ "اللہ پاک نے علماء دیوبند کو ظاہری اور باطنی دونوں کمالات، درجات و ترقیات اور علوم و معارف سے مالامال کیا ہے۔ علماء دیوبند پر اللہ پاک کا احسان ہے کہ وہ جامع شریعت بھی ہیں اور جامع طریقت بھی اور دونوں کا سنگم بھی۔

س : حضرت الامام الاہوریؒ کا شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ سے تعلق کیسا تھا؟

ج : حضرت الامام الاہوریؒ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے حد درجہ قائل، ان کے ظاہری و باطنی کمالات کے معترف اور اپنے درسوں میں عام نجی مجالس اور ہزاروں کے مجموں میں ان کی تعریف کرتے اور ان کی علمی و عملی اور سائنسی عظمتیں بیان فرماتے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا :۔

"خدا کی قسم! حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جوتوں کے تلوؤں میں جو علمی عظمتیں پنہاں ہیں وہ احمد علی کی کھوپڑی میں نہیں"۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ "حضرت مدنی میرے استاد نہیں لیکن میں ان کا اساتذہ سے بڑھ کر احترام کرتا ہوں"۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ "میں نے اس دور میں بہت سے علماء دیکھے، اولیاء دیکھے مگر حضرت مولانا حسین احمد

مدنیؒ کے پائے کا کوئی نہیں دیکھا

س : دورہ تفسیر کے علاوہ حضرت الامام الاہوریؒ سے آپ نے مزید بھی کوئی علمی اکتساب کیا؟

ج : دورۂ تفسیر کی فراغت کے بعد میں نے تصوف اور بیعت و سلوک میں قدم رکھنا چاہا اور حضرتؒ سے اس سلسلہ میں درخواست بھی پیش کر دی کہ اب ذکر و فکر، مراقبہ اور وظائف کی تعلیم بھی ہونی چاہیئے مگر حضرت شیخؒ نے بجائے اس کے مجھے اور ہماری ایک جماعت کو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شہرۂ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا شروع کر دیا چند روز سبق پڑھا تھا کہ حضرت مدظلہٗ سفرِ حج پر تشریف لے گئے اور ہماری جماعت اس کتاب کی تکمیل سے محروم ہوگئی۔

ہاں البتہ، دوسرے سال پھر جب دورۂ تفسیر شروع ہوا تو میں پھر اس میں شریک ہو گیا اور مجھے دورۂ تفسیر دو دفعہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

س : دورۂ تفسیر کے اختتام پر۔۔۔

ج : جی ہاں، دورۂ تفسیر کے اختتام پر حضرت الامام الاہوریؒ اپنے تلامذہ کو خصوصی ہدایات اور ارشادات و نصائح سے نوازتے اور فرماتے کہ ترجمہ و تفسیر قرآن کی تحصیل مبارک، مگر اصل مبارکباد کے لائق تب ہونگے جب اس سلسلہ کو اپنے ہاں بھی جاری کر دیں گے

یہ بات دوسرے تلامذہ کی طرح میں نے بھی سنی، ذہن اور دل و دماغ پر پتھر کی لکیر کی طرح محفوظ ہو گئی۔ کچھ مدت انوار العلوم گوجرانوالہ میں تدریس کے بعد جب شدت گرمی کی وجہ سے اپنے اپنے گھر واپسی ہوئی تو حضرت الامام الاہوریؒ کی ہدایت کے مطابق اللہ کی ذات پر توکّل اور بھروسہ کر کے اپنے علاقہ میں حضرت لاہوریؒ کے طرز پر ان ہی سے سُنا ہوا تفسیری سبق درس قرآن کی صورت میں شروع کر دیا۔

س : اس دوران حضرت الامام الاہوریؒ سے آپ کا تعلق بصورت مکاتبت بھی قائم رہا؟

ج : جی ہاں! میں نے جب درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو اچانک حضرت الشیخ الامام الاہوریؒ کی جانب سے ایک شفقت نامہ وارد ہوا اور اس کے ساتھ قرآن مجید حضرتؒ کے حواشی والا بھی حضرتؒ کی جانب سے موصول ہوا۔ حضرت الامام الاہوریؒ کی خصوصی دعاؤں اور توجہات کی برکت سے میرا حوصلہ بڑھا اور اللہ پاک نے اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا عزم بالجزم اور استقامت عطا فرمائی۔

س : کیا آپ کا سلسلۂ درس اپنے علاقے تک محدود رہا؟

ج : جی نہیں، اللہ پاک نے حضرت الامام الاہوری کے فیوض و برکات اور علوم و معارف کی اشاعت کا غیب سے انتظام فرمایا ہے حضرت کے فیوض اور علوم آج دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہے ہیں۔ میرے پاس بھی حضرت کی چند علمی امانتیں تھیں اللہ نے ان کی لاج رکھنی تھی اس لئے خدا تعالےٰ نے مجھے کوہاٹ میں مدرسہ نظام العلوم اور پھر مدرسہ قاسمی حسام الدین سے تدریسی کام میں وابستہ کر دیا۔

تو وہاں تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ اللہ پاک نے درسِ قرآن کے افتتاح و اجرا کی توفیق ارزانی فرمائی۔ جس میں صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں سے آنے والے طلبہ کے علاوہ افغانستان سے بھی آنے والے طلبہ کی کثیر تعداد شریک رہتی تھی۔

س : حضرت الامام الاہوری کے حادثہ وفات کے وقت آپ ....

ج : تو میں عرض کر رہا تھا کہ کوہاٹ میں درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوا جو خالص حضرت اپنے کرامات اور ان کے علوم و معارف کے برکات تھے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ حسبِ معمول درس کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک روز درس شروع ہونے سے پہلے ایک طالب علم نے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ حضرت الامام الاہوری وفات پا گئے ہیں۔ خبر سنتے ہی زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ ششدر اور حیران تھا، کیا ہو گیا، مگر خدا کا فضل تھا کہ کوئی غیر شرعی حرکت نہیں کی۔ ہوش و حواس ٹھکانے تھے تمنّا تھی کہ جنازہ میں شرکت کروں۔ مگر دوری کی وجہ سے پہنچنا ناممکن تھا۔ اس لئے اسی وقت طلبہ اور جملہ حاضرین و سامعین سے حضرتؒ کی روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر قرآن خوانی کا کہا تو ہمارا درس، ایک ایصالِ ثواب اور تعزیت کی تقریب بن گئی۔

س : حضرت الامامؒ کی وفات کے بعد......

ج : جی ہاں، حضرتؒ کی وفات کے بعد جب لاہور گیا تو جانشینِ شیخ التفسیر امام الھدیٰ مولانا عبید اللہ انورؒ سے ملاقات ہوئی۔ ویسے تو آپ سے تعارف اس سے قبل کی حاضریوں میں ہو چکا تھا۔ حضرت لاہوریؒ کو احقر پر جو بے حد عنایت اور شفقت تھی۔ آپ نے بھی ان الطاف اور عنایت کو برقرار رکھا، بڑے خلوص، محبّت اور بے انتہا شفقت سے پیش آئے۔ میں حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد پہلی ملاقات میں اور پھر آئندہ کے لئے جب بھی شیرانوالہ حاضری دی کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی۔

س : تو حضرت جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انورؒ سے آپ کا بیعت کا تعلق ؟

ج : ویسے حضرت الامام الاہوریؒ کی صحبتیں، قربتیں، مجالس، مواعظ، تربیتیں اور پھر ان سب سے بڑھ کر خصوصی توجہات عنایات اور دعائیں کب بے اثر رہ سکتی تھیں۔ عقیدت محبت سے اور محبّت وارفتگی کی حد تک روز افزوں تھی اور میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ میں صرف حضرت الشیخ الامام الاہوریؒ کی ذات ہی نہیں بلکہ حضرت لاہوریؒ کے پورے خاندان میں، علماء دیوبند سے وابستگی، خلوص و للّٰہیت، ہمت و مجاہدہ، جرأت و شجاعت، حق گوئی و بے باکی کی جو مثالیں اور نظیریں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں وہ کہیں دوسری جگہ دیکھنی بہت کم نصیب ہوئیں تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت الامام الاہوریؒ کا گرویدہ اور ان سے قلبی ارادت و عقیدت رکھنے والا حضرت جانشین شیخ التفسیرؒ کے فیوض و برکات اور علوم و معارف سے محروم رہ جائے۔ تو میں نے حضرت امام الہدےٰ سے بھی بیعت کی درخواست کر دی۔ حضرت امام الہدیٰ بے انتہا خوش ہوئے، مسرّت کا اظہار فرمایا اور فرمایا۔ آپ کی بیعت تو حضرت الامام الاہوریؒ سے ہو چکی ہے وہی بیعت کافی ہے۔ اب اس بیعت اور اس سلسلہ کی تکمیل اور تجدید عہد ہو گا۔ انہوں نے مجھے بیعت کا شرف بخشا اور بے انتہا شفقتوں سے نوازا۔

س : تو آپ نے رشد و ہدایت اور تصوف و سلوک کے اسباق کب شروع کئے ؟

ج : بیعت ہوتے ہی حضرت جانشینِ شیخ التفسیرؒ نے پہلا سبق پڑھا دیا گو میں اس قدر عنایت اور کمال شفقت اور کامل التفات کا مستحق نہ تھا نہ اب ہوں مگر انہوں نے ذرہ نوازی کی اور اتنے کی اصاغر نوازی دیکھ کر آج بھی ڈوب ڈوب رہ جاتا ہوں۔

ورنہ ع

اب اس سلسلہ کی تکمیل اور خدمت و صحبت شیخ کے برکات کے حصول کی غرض سے میں نے اپنے عظیم مربی و محسن اور شیخ کامل کی خدمت میں سال میں دو دفعہ حاضر ہونے کا معمول بنا لیا۔

س : آپ کا بیعت و ارشاد کا سلسلہ باقاعدہ حضرت امام الہدیٰ سے رہا۔

ج : جی ہاں، میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ میں نے باقاعدہ طور پر رشد و ہدایت اور ارشاد اور سلسلۂ تصوف کے اذکار و ظائف اور یہ منازل امام الھدیٰ سیّدی و مرشدی حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ سے شروع کیے اور جب تدریسی مشاغل اور مصروفیتیں زیادہ ہو گئیں تو سال میں دو مرتبہ حاضری کا معمول بنا لیا۔ پہلی حاضری جب کوہاٹ میں درسِ قرآن (بصورت دورۂ تفسیر) کی افتتاح ہوتی تو بغرضِ اطلاع و حصول دعا حاضر ہوتا اور حضرت بے حد دعاؤں سے نوازتے۔ دوسری حاضری عید الاضحٰے کی تعطیلات اور جب بھی موقع ملتا حاضری کی کوشش کرتا۔

س : آپ کی اس حاضری پر حضرت امام الھدیٰ کا تأثر ؟

ج حضرت بے حد مسرّت کا اظہار فرماتے، شفقتوں سے نوازتے۔ میں حدیث نبویؐ پر عمل کے ارادہ سے یہاں سے کچھ حقیر سے ہدایا ساتھ لے جاتا۔ حضرت خوش ہوتے۔ میری دل جوئی کی خاطر معمولی اور حد درجہ معمولی چیز کی بھی قدر کرتے۔ فرماتے کتنا ٹھہرو گے۔ اپنا پروگرام عرض کر دیتا تو اس کے مطابق میرے لیے آسائش کا انتظام فرماتے۔

س : مجلسِ ذکر کی کچھ یادیں ؟

ج : میں جب بھی جاتا تو کوشش یہ ہوتی کہ مجلسِ ذکر میں حاضری ہو جائے، وہ کیفیتیں ایمانی حلاوتیں حضرت شیخ التفسیرؒ اور حضرت امام الھدیٰؒ کے فیوض و برکات انوار و تجلیات اور وہ لذّتیں اللہ اللہ، دیکھنے اور سننے کے نہیں چکھنے کے ہیں۔ اب کیسے بتایا جا سکتا ہے کہ ان کی حقیقت کیا تھی۔ بہرحال بہت کچھ تھا اور سب کچھ تھا۔ لاہور اور گرد نواح کے علاوہ سندھ، بلوچستان، سرحد اور پنجاب سے اور ہر دو حضرات کے مخلصین اس مجلس میں شریک ہوتے ایک روحانی فضا قائم ہوتی، یقین بنتا اور ایمان پختہ ہوتا تھا اور بعض اوقات غیب کی باتیں مشاہدہ بن کر سامنے آجاتی تھیں اور سب سے بڑی اور اہم چیز جو میں نے حضرت امام الھدیٰ کے مجلسِ ذکر کی تقریر میں پائی وہ ان کی بے نفسی، علم کی قدر، دین کی عظمت اور اساتذہ کے احترام کی صورت میں سامنے آئی۔ چونکہ میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے حاضرِ خدمت ہوتا اس لیے حضرت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہم کا دریافت فرماتے، مجلسِ ذکر میں بڑے احترام اور عظمت کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کا تذکرہ کرتے ان کی بیماری سے شفایابی کی دعائیں کرتے اور ان سے اپنے تلمذ کے انتساب کا اظہار کرتے اور اس پر فخر محسوس کرتے بلکہ کھلی مجلس میں اور اپنی تقریر میں میرا (کہ میں ان کا ادنیٰ خادم اور ذرۂ خاک ہوں) نام بھی عزت سے لیتے اور تمام حاضرین سے تعارف کراتے اور دوران تقریر ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ آج کون ہے جو اپنے طالب علموں، مریدوں اور خادموں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھے۔

س : حضرت! حضرۃ امام الھدیٰ کی تواضع کا کوئی ایک واقعہ جو آپ کے

ساتھ پیش آیا ہو۔

ج: واقعات تو بہت ہیں۔ حضرت امام الہدیٰ تو مجسم تواضع تھے۔ میں تو حضرت کا ایک خادم اور اُن کی جوتوں کی خاک ہوں مگر اس کے باوجود حضرت کا میرے ساتھ معاملہ نہایت متواضعاً تھا جو مجھے حیرت میں ڈال دیتا اور بعض اوقات پانی پانی ہو جاتا۔

ایک مرتبہ میری لاہور سے واپسی تھی اور میں نے اپنا ارادہ حضرت پر ظاہر کر دیا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ مجلسِ ذکر ختم ہو چکی تھی مگر امام ہدیٰؒ کی طبیعت ناساز تھی اور سخت بخار ہو رہا تھا۔ بڑی خوشی سے اجازت مرحمت فرمائی اور پھر اڈہ تک ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں حیرت و استعجاب میں ڈوبا رہا کہ حضرت کو سخت بخار ہے اور خود میرے ارادہ ظاہر کرنے سے قبل اپنے شدتِ بخار کا اظہار فرما چکے تھے۔ فرمایا میں لیٹتا نہیں ساتھ چلوں گا۔ میں نے باصرار روکنا چاہا مگر حضرت مدظلہٗ نہ رُکے۔ اڈہ تک آتے آتے راستہ میں چائے وغیرہ سے تواضع بھی کی۔ بادامی باغ سے میں نے روانہ ہونا تھا۔ آپ بادامی باغ ہمراہ تشریف لائے۔ پنڈی جانے والی بس کی نشاندہی کی اور میرے لیے سیٹ کا انتخاب کیا اور فرمایا بس میں نہ فرنٹ میں بیٹھا کرو اور نہ آخر میں۔ درمیان میں بیٹھنا راحت بھی ہے اور حادثات سے حفاظت بھی۔

یہ تو میں نے صرف ایک واقعہ عرض کیا ہے ورنہ حضرت مرحوم کی ساری زندگی اس نمونے کی تھی جس کی جھلک وہ احباب خود دیکھ چکے ہیں جنہیں مجلسِ ذکر میں حاضری کی سعادتیں نصیب ہوئی ہیں۔ دُور دراز سے مہمان آتے اور حضرت کی خاطر تواضع جوبن پر ہوتی۔

س: امام الہدیٰ

ج: جی حضرت امام الہدیٰؒ حضرت شیخ التفسیرؒ کا عکسِ جمیل اور اُن کا پرتو کامل۔ سخاوت مزاج میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میری اپنی مشاہدات اس کی واقعاتی تصویریں ہیں۔ بارہا حضرت نے تحائف سے نوازا۔ لباس، نقدی اور کپڑے مرحمت فرمائے۔ میں پانی پانی ہو جاتا اور بعض اوقات لینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا تو حضرت فرماتے۔ نہیں نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ یہ آپ کا اپنا مال ہے۔ ایک ہی گھر کا معاملہ ہے۔ آخر ہمارے اور تمہارے میں کیا فرق ہے۔

ہمارا معاملہ کچھ ایسا تھا جیسے کہ حدیث میں واقعہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی صحابی کے تحائف پیش کرنے کا ذکر آیا ہے۔ وہ جب آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیہاتی تحائف پیش کرتے اور جب واپس جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری چیزیں انہیں عطا فرماتے۔ جیسے یہ حدیث سامنے آئی تو حضرت امام الہدیٰؒ کو اس معاملہ میں سنت کے عین مطابق پایا۔

س: حضرت! آپ کا حضرت امام الہدیٰؒ سے طریقت کے اسباق لینا کیسا رہا؟

ج: جی حضرتؒ سراپا شفقت اور مجسم تربیت تھے۔ میرے اندر حیا اور کچھ حجاب کی وجہ سے حضرت کی خدمت میں جرأت سے بات کرنے کی جسارت نہ تھی۔ میں مجلس میں خاموش رہتا اور وظائف واذکار کے بارے میں سوال نہ کر سکتا۔ حضرت شیخ انورؒ از خود عنایت فرماتے۔ اسباق دریافت کرتے۔ مزید سبق دیتے۔ اس طرح میری حیا یا حجاب آڑے نہ آیا اور اللہ پاک نے حضرتؒ کی برکت سے اپنا لینے کی توفیق بخشی۔

س: حضرت امام الہدیٰؒ سے لاہور کے علاوہ دوسرے مقامات میں حاضری؟

ج: جی ہاں۔ ہم خدام جہاں بھی قرب و جوار میں حضرت کی آمد کا سنتے تو حاضری کی کوشش کرتے۔ ٹیکسلا میں ایک مرتبہ تشریف لائے۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی آپ کے ہمراہ تھے بلکہ اُن ہی کی دعوت پر آپ تشریف لائے تھے۔ احقر اور بعض رفقاء عزیزی سعید الرحمن اور مولوی رحمت علی حضرت انورؒ کی خدمت میں ٹیکسلا حاضر ہوئے۔

یہاں سے کچھ علاقائی تحفے بھی ساتھ لے گئے تھے، تو حضرت بے حد خوش ہوئے اور بار بار اپنی مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ ہماری حاضری طالب علمانہ اور خادمانہ تھی مگر حضرت اس کو اپنے لیے بہت بڑا احسان کہہ رہے تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ سب تواضع ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ

ع

س: حضرت! آپ جب حضرت انورؒ کے ہاں تشریف لے جاتے تو اُن کا آپ کے ساتھ میزبانی کا تعلق ....؟

ج: میں تو حضرت کا ادنیٰ خادم تھا۔ میں جاتا تو طالب علمانہ حیثیت سے اور خادم کی حیثیت سے۔ مگر حضرت کی علم پروری اور اصاغر نوازی بے مثال تھی۔ محترم حاجی بشیر صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت انور مرحوم نے انہیں تاکید کر رکھی تھی کہ جب میں وہاں حاضری دوں تو عام لنگر کے بجائے حضرت انور مرحوم کے ذاتی اخراجات سے میری مہمان نوازی کا انتظام کر لیا جائے۔

س: حضرت انورؒ کا کوئی آٹو گراف؟

ج: جی ہاں۔ حضرت کی تعلیماتِ اخلاق، خطباتِ جمعہ، مواعظ، درسِ قرآن اور لازوال مجاہدانہ کارنامے ان کے آٹو گراف ہی تو ہیں تاہم رسمی طور پر جو نوجوانوں میں آٹو گراف مروج ہو چکا ہے تو حضرت انور مرحوم بھی اپنے مخلصین اور نوجوان ساتھیوں کے جذبات کو ملحوظ رکھتے۔

ہم جب ایک مرتبہ کیمبل پور حاضر خدمت ہوئے میرے برخوردار عزیزی سعید الرحمن بھی میرے ہمراہ تھے۔ انہوں نے حضرت انورؒ سے آٹو گراف کی درخواست کی تو آپ نے انہیں یہ مصرعہ لکھ کر دیا

ع جورِ استاد بہ از مہرِ پدر

اور میرے ایک دوسرے عزیز مولوی رحمت علی کو یہ لکھ دیا کہ

سب کو یہ مسلّم کہ معبود وہی ہے
کم ہی جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے

اور حقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ تحصیل علم کا مقصد بھی اللہ کی رضا اور صرف اسی کی خوشنودی ہونی چاہئیے۔ پھر اسی مجلس میں میرے ہر دونوں ساتھیوں کے ہاتھ میں رقم بھی تھما دی۔

سخاوت تو اس خاندان کی طبیعت ثانیہ ہے۔ خود حضرت اقدس شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ بے مثال سخی تھے۔ طلباء پر مال بھی خرچ کرتے تھے۔ تحائف اور ہدایا سے بھی نوازتے تھے۔ مجھے اپنا مترجم و محشی قرآن کریم بھی عطا فرمایا تھا۔ پھر حضرت انور مرحوم نے بھی اسی کے جدید ایڈیشن کا ایک نسخہ عطا فرمایا تھا اور ایک نسخہ اپنے دستخطوں کے ساتھ عطا فرمایا تھا۔ وہی نسخہ میرے مطالعہ میں رہتا ہے اور اب جو ۱۳ سال سے اللہ پاک نے دار العلوم حقانیہ میں ہر سال تفسیر پڑھنے اور کوہاٹ میں تعطیلات میں دورۂ تفسیر پڑھانے کی سعادت بخشی ہے وہی نسخہ میرے ساتھ رہتا ہے۔

س: حضرت! آپ کے قیام کوہاٹ کے زمانہ کا کوئی واقعہ جو حضرت انور مرحوم سے پیش آیا ہو۔

ج: ہم نے تو زندگی کا ہر لمحہ اپنے شیخ سے مربوط رکھا۔ خدا کا فضل تھا جہاں بھی رہے شیخ سے مربوط رہے اور تعلق خاطر میں اضافہ ہوتا رہا۔ کوہاٹ کے ایام قیام میں ایک مرتبہ ہم نے حضرت انورؒ کو کوہاٹ تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضرتؒ نے بڑی خوشی سے قبول فرمائی۔ تشریف لائے۔ حضرت پسروریؒ اور حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ وہی موقعہ تھا جب احقر کی والدہ نے احقر کے ذریعہ سے حضرتؒ سے بیعت کی درخواست کر دی تھی۔ حضرتؒ نے منظور فرمائی اور میرے ساتھ زنان خانہ تشریف لائے جبکہ احقر نے آپ کی تشریف آوری سے قبل والدہ ماجدہ کو دیر اسی غرض کے لیے بلایا تھا کہ اب موقعہ غنیمت ہے۔

والدہ ماجدہ پردہ میں تھیں اور آپ اس طرف اوٹ میں تھے۔ اُردو میں آپ نے وظائف اور تلقینات کیے

جن کا میں نے پشتو میں ترجمہ کیا اور عجیب بات یہ ہے بلکہ عبرت انگیز اور نمونہ عمل کہ مجھے پہلے سے سمجھایا بلکہ تاکید کر دی تھی کہ والدہ ماجدہ اونچی آواز سے بات نہ کرے گی اور میں نے قریب سے دیکھا کہ جتنا کچھ بھی معاملہ ہوا، سب شریعت کے مطابق تھا۔ آجکل بعض پیروں نے تو پردہ تک ختم کر دیا ہے۔ ہاتھ نہ ملائیں تو بیعت نہیں کرتے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق حضرت عائشہ رض سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں

مامست یدہ ید امراۃ قط او کما قال؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی مگر اس میں کبھی بھی حضورؐ کے ہاتھ نے کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا اور نہ کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ نے حضورؐ کے ہاتھ کو چھوا۔

چونکہ حضرت انورؒ سنن کے متبع اور اسی پر مرمٹنے والے تھے ساری زندگی اسی پر کاربند رہے اور اپنے عمل اور تعلیمات سے سنن کا احیاء فرمایا حضرت لاہوریؒ نے بھی عورتوں سے بیعت لی اور پھر حضرت انورؒ کی زندگی میں اس سنت کو جاری رکھا گیا۔ بہرحال کوہاٹ میں حضرت انور مرحوم کی تشریف آوری کی بات ہو رہی تھی۔ جب تشریف لائے تو مجلسِ ذکر بھی منعقد ہوئی اور پھر اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لیے مجھے مجلسِ ذکر کرنے کا حکم دیا۔ ایک اور چیز جو میں نے حضرت کی کوہاٹ تشریف آوری کے موقعہ پر دیکھی وہ یہ تھی کہ حضرت انورؒ مرشد بھی تھے اور مرشد زادے بھی، مگر وہ ہم دونوں (حضرت قاضی صاحب اور حضرت پسروریؒ) کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح ایک مبتدی طالب علم اپنے شیخ و مربی کا کرتا ہے۔ کبر و غرور، صاحبزادگی اور مخدومیت کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی محسوس نہیں ہوا ہاں مگر یہ تھا کہ ہر جانب سے تواضع ہی تواضع تھی۔ حضرت پسروریؒ اور حضرت قاضی صاحب باوجود کبیر السن اور بڑے ہونے کے حضرت انورؒ کا اسی طرح احترام کرتے جس طرح ایک مرید اپنے شیخ کا کرتا ہے مگر جب حضرت انورؒ کو دیکھا جاتا تو محسوس ہوتا کہ دونوں آپ کے پیر ہیں۔

س: حضرت! آپ سے حضرت انورؒ نے کبھی اپنی بیعت و ارشاد کے سلسلے میں آپ کو عنایت فرمانے والی خلافت کا تذکرہ بھی کیا تھا

ج: یوں ہوتا رہا کہ بارہا اسفار میں اور حضر میں حضرت انور مرحوم نے مجھے اسی سلسلہ میں اشارتاً سمجھا دیا تھا۔ فرماتے میں چاہتا ہوں کہ آپ سے سلسلہ قادریہ کا فیض جاری ہو جائے۔ حضرت توجہ فرماتے مگر میں عرض کرتا حضرت میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا۔ بار بار یہی فرماتے مگر میرے دل میں یہ بات نہیں آ رہی تھی اور نہ میں اسے سمجھ سکتا تھا کہ مجھے اپنی نااہلی اور ناقابلیت معلوم تھی مگر حضرت کا حُسنِ ظن اور بے پناہ شفقتیں تھیں کہ آپ اس کا اظہار فرماتے رہے۔

س: حضرت! گذشتہ سال آپ جب حج پر تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت امام الہدیٰؒ سے بھی آپ نے ضرور ملاقات کی ہوگی۔ اس وقت کی ملاقات کی یادداشت اگر محفوظ ہو تو ....

ج: میں جب حج کو روانہ ہو رہا تھا تو حضرت انورؒ کی خدمت میں انجمن خدام الدین شیرانوالہ میں حاضر ہوا۔ میری حاضری کا مقصد حصولِ دعا تھا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ اپنی طرف سے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی تاکید کی۔ اتحاد امت اور وحدت ملت کے دعاؤں کی ترغیب دی۔ جب حضرتؒ سے رخصت ہوا تو اپنے دونوں برخوردار مولانا میاں محمد اجمل اور محمد اکمل کو بھیجا کہ میرے لیے گاڑی کی ٹکٹ لیں۔ ہر دو حضرات مجھے موٹر میں بٹھا کر گاڑی پر سٹیشن تک لائے میرے لیے ٹکٹ لی اور مناسب نشست میں بٹھا کر رخصت کیا۔ حضرت انورؒ نے مجھے رخصت کرتے وقت اپنے ہاتھ مبارک سے کچھ نوٹ بھی عنایت فرمائے جو میں نے اپنے ساتھ محفوظ رکھ لیے۔ میں نے ان کو ایک تبرک سمجھا۔ حج کے دوران میرے پاس رہے اور پھر بحفاظت ساتھ لایا اور اب بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ پاک اکابر کی برکتوں سے ان میں اتنی برکتیں ڈال دے گا کہ مجھے پھر حج مبارک کی سعادت حاصل ہوگی انشاء اللہ العزیز۔

س: حضرت امام الہدیٰؒ کی وفات کے وقت آپ حاضر تھے؟

ج: جی نہیں، میں اس وقت جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی میں وفاق المدارس کے امتحانات کے سلسلہ میں گیا ہوا تھا۔ بذریعہ ریڈیو خبر معلوم ہوئی تو سکتہ طاری رہا مگر امتحانی ذمہ داریوں کی وجہ سے حاضری ناممکن تھی، اسی لیے میں بروقت جنازہ میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ پھر جب امتحانات سے فراغت کے بعد کراچی سے واپسی ہوئی تو شیرانوالہ تعزیت میں حضرت کے مرقد اقدس پر حاضری کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس وقت ایک حاجی صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت انورؒ نے میرے لیے ایک پگڑی عنایت فرمانے کی وصیت کی ہے۔ میں حیران تھا کہ اس کا مقصد کیا ہوگا۔ جمعرات تھی مجلس ذکر منعقد تھی۔ مجلس ذکر کے اختتام اور عشاء کی نماز کے بعد لاؤڈ سپیکر پر جناب ظہیر میر صاحب نے میرا نام لیا اور کہا کہ وہ آ جائیں۔ میں حاضر ہوا تو مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، صاحبزادہ میاں محمد اجمل نے میرے سر پر پگڑی باندھی اور مجھے حضرت انورؒ کی خلافت کی بشارت سنائی اور حضرت نے مجھے یہ اجازت بیعت اور خلافت کی عزت سے اس وقت سرفراز فرمایا تھا جب گذشتہ سال سالانہ تبلیغی اجتماع کے موقعہ پر جمعیۃ علماء اسلام کا ملکی سطح پر عظیم الشان اجتماع ہوا تھا مگر مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔

س: حضرت! آپ نے جانشین امام الہدیٰ مولانا میاں محمد اجمل کو کیسے پایا۔

الولد سرٌ لابیہٖ اپنے باپ اور دادا کے علوم کے وارث، علم و تقویٰ کے وارث جانشین ہیں۔ اخلاق تواضع میں ان کی نشانی انکساری غالب ہے۔ جو شفقتیں اکابر کے ہاں دیکھی تھیں وہی تعلق وہی محبت مولانا میاں محمد اجمل نے نبھانے کی کوشش کی۔ دعا ہے کہ باری تعالےٰ انہیں علم و دین اور اپنے والد اور دادا کے نقشِ قدم پر چلائے اور انہیں مزید علمی و روحانی ترقیوں سے ...

درسِ حدیث

... بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا مجھے چھ چیزوں سے باقی انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ جامع مانع کلام کی طاقت دی گئی ہے رعب کی نصرت دی گئی ہے۔ غنیمتیں میرے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ زمین کو میرے لئے مسجد اور طہارت کا آلہ بنا دی گئی ہے۔ اور مجھے ساری مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور میری بعثت کی وجہ سے انبیاء کی آمد ختم کر دی گئی ہے۔ اس حدیث پاک کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی انبیاء پر جن چیزوں میں فضیلت ہے ان کی کچھ تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔ پہلی چیز جوامع الکلم ہے یعنی فصاحت و بلاغت۔ دوسری چیز نصرت بالرعب ہے۔ یعنی دشمن کفار کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ڈالا ہوا تھا۔ تیسری چیز مال غنیمت کا حلال ہونا ہے کیونکہ یہ مال پہلے انبیاء کے لئے حلال نہیں تھا۔ چوتھی چیز سارے روئے زمین آپ کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ یعنی ہر پاک جگہ پر آپؐ کی امت کے لئے نماز پڑھنے کی اور وہاں سے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ پہلے انبیاء کے لئے اس کی اجازت نہیں تھی۔ پانچویں چیز آپؐ کی رسالت عام ہے بخلاف باقی انبیاء کے کہ ان کی رسالت خاص تھی۔ چھٹی چیز آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا۔

شیخ العرب والعجم السیّد حسین احمد مدنیؒ ٭

از
ظہیر احمد تاج
کراچی

آں حسین احمد امام الاولیاء — قطبِ عالم، وارثِ خیر الوریٰ
سیّدِ عالی نسب، نورِ علیؓ — با مدینہ نسبتے دارد قوی
سالہا بُد زیرِ دامانِ رسولؐ! — مخزنِ اسرار شُد پُورِ بتولؓ
داد ربّ بے نیاز او را عنا — داد او با شکرِ جاں دادِ سخا
چوں حسینی بُود آں مردِ غنی! — وصفِ او اندر جہاں آمد سخی
آفتابِ آسمانِ دیوبند — حریّت از ہستیٔ او ارجمند
فکرِ او از نورِ احمدؐ مستنیر — جد وجہدش از صحابہؓ عزم گیر
آں امامِ حریّت، اہلِ خبر! — از نگاہِ مصطفےٰؐ صاحب نظر
خادمِ دینِ نبیؐ، اہلِ وِلا — پاک ظاہر، پاک باطن، بے ریا
مردِ دانا، مردِ بینا، دور رس — خم نہادہ سر نہ ہرگز پیشِ کس
کارِ تبلیغ رسالت چوں رود! — مشرق و مغرب بہم گشتہ شود
امتیازِ او نشد عرب را با عجم — نیست اندر ملّتِ ما بیش و کم
چوں عرب، اہلِ عجم دانائے راز — از رموزِ دیں ہمانان سرفراز
فرق اندر شش جہت لاریب نیست — نسبتے اوطان ہرگز عیب نیست
سید الآفاقؐ، آں خیر الانامؐ — ہم عرب ہست، ہم وطن ہا را امامؐ
آں حسین احمد، بہ مسلکش ہاشمیؐ — ہم مہاجر، ہم مجاہد، یثربی
قول وفعلِ او بہ حسنِ اتقا — رہنمائے اسوۂ شاہِ ھدیٰؐ

چوں اشارت از شہِ دیںؐ یافتہ
بہرِ استخلاصِ ہند او آمدہ